20

خدا نے اِس وقت تمہیں ثواب کا بہت بڑا موقع دیا ہے تم ذرا سی محنت اور توجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتے ہو۔

امانت کا طریق اختیار کرو تبلیغ اور تعلیم کی طرف توجہ دو اور صفائی کو اپنا شِعار بناؤ

(فرمودہ 6/اگست 1954ء بمقام محمد آباد سندھ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''چونکہ یہاں کی زمینوں میں سے ناصر آباد ایک طرف ہے اور محمد آباد دوسری طرف۔ اس لیے ہر سال ہی میری خواہش ہوتی ہے کہ میں ایک جمعہ محمد آباد میں پڑھاؤں۔ اَب کے بھی میں نے اِسی غرض کے لیے پروگرام تجویز کیا تھا اور میری خواہش تھی کہ میں جمعہ کے بعد بھی یہاں ڈیڑھ دن اَور ٹھہروں۔ لیکن یہاں آنے کے بعد یا تو موسم بدل گیا یا یہاں کا موسم ہی ایسا ہے کہ اِس کی وجہ سے طبیعت سخت خراب ہوگئی اور زخم کے مقام پر جو درد ہوا کرتا تھا

اور جس میں کراچی کی ٹھنڈک کی وجہ سے کمی آ گئی تھی اور ناصر آباد اور محمود آباد میں بھی کمی رہی وہ تکلیف تیز ہو کر زخم میں پھر درد شروع ہو گیا اور مجھے اپنا پروگرام بدلنا پڑا۔ ہمارا ارادہ تو جمعرات کو ہی واپس جانے کا تھا مگر چونکہ جمعرات کے دن ناصر آباد میں اطلاع نہیں بھجوائی جاسکتی تھی اور پھر جمعہ آ رہا تھا اور میری خواہش تھی کہ میں ایک جمعہ یہاں ضرور پڑھاؤں اِس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ جمعہ کے بعد یہاں سے روانگی ہو۔ گو اس وجہ سے کہ یہ جمعہ جلدی پڑھایا جا رہا ہے بعض لوگ جو گاڑی میں یہاں آ رہے ہوں گے رہ جائیں گے مگر ان کی نیت کا ثواب اُن کو مل جائے گا۔ میں نے اِس سفر میں یہ محسوس کیا ہے کہ اب خداتعالیٰ کے فضل سے ایک حد تک یہاں جماعتیں زیادہ ہو چکی ہیں اور خداتعالیٰ کے فضل سے انجمن کی اسٹیٹوں میں کام بھی پہلے سے بہتر ہے۔

میں نے پچھلے سال بھی احمد آباد میں ذکر کیا تھا کہ ہمیشہ میری ذاتی آمدن فی ایکڑ انجمن کی زمینوں سے زیادہ رہی ہے اور میں ہمیشہ دل میں محسوس کرتا تھا کہ جو لوگ حالات سے ناواقف ہیں اور یہ جانتے نہیں کہ سب اسٹیٹوں کا اکٹھا انتظام ہے وہ یہ خیال کریں گے کہ میں اپنی زمینوں کی طرف زیادہ توجہ دیتا ہوں اور میں خواہش کیا کرتا تھا کہ انجمن کی زمینوں کی آمد زیادہ ہو۔ چنانچہ اِس سال دونوں کی آمد میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے یعنی ان زمینوں کی آمد پہلی نسبت سے ڈیڑھ گُنے ہوگئی ہے اور میری زمینوں کی آمد نصف سے کم پر آ گئی ہے۔ گویا حسابی طور پر یہاں کی زمینوں کی آمد اب میری فی ایکڑ آمد سے تین چار گُنے بڑھ گئی ہے اور یہ اِس بات کی ایک خوشکن علامت ہے کہ اب ان اسٹیٹوں نے ترقی کی طرف قدم بڑھانا شروع کر دیا ہے اور اگر چند سال یہی کیفیت رہی تو امید ہے کہ اس آمدن میں اَور بھی ترقی ہو جائے گی۔ پنجاب میں اگر اچھی زمین ٹھیکہ پر دی جائے تو عموماً سَو روپیہ فی ایکڑ مل جاتا ہے یعنی پچیس سَو روپیہ پر ایک مربع ٹھیکہ پر چڑھتا ہے۔ بلکہ باجوہ صاحب جو وکیل الزراعت ہیں اُن کے بعض مربعے بتیس بتیس سَو پر بھی ٹھیکے پر چڑھے ہیں۔ اگر فی مربع پچیس سَو ہی سمجھا جائے تو اِس لحاظ سے تحریک کی زمینوں کی آمد دس لاکھ روپیہ سالانہ ہونی چاہیے۔ مگر چند سال پہلے یہ حالت تھی کہ اگر ہمیں تیس ہزار روپیہ بھی مل جاتا تو ہم بڑا فخر کیا کرتے تھے۔

جاپان اور امریکہ وغیرہ ممالک میں زمینوں کی جو آمدن ہے وہ تو ہمارے وہم اور گمان میں بھی نہیں آ سکتی۔ لیکن ربوہ کے قریب چنیوٹ میں بھی چار پانچ ہزار پر مربع چڑھ جاتا ہے۔ اور چونکہ تحریک جدید اور صدر انجمن احمدیہ کے یہاں پانچ سَو سے زائد مربعے ہیں اس لحاظ سے ہماری بیس لاکھ کی آمد ہونی چاہیے اور اگر اس کو مدنظر رکھا جائے کہ لاہور میں گیارہ سے پندرہ ہزار پر مربع چڑھتا ہے تو پھر ہماری ساٹھ لاکھ آمد ہونی چاہیے۔ جاپان اور امریکہ میں جو آمدنیں ہیں ان کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دو ہزار روپیہ فی ایکڑ آمد پیدا کرنی چاہیے۔ یعنی پچاس ہزار روپیہ فی مربع۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس ملک میں بھی بعض ایسے مربعے ہیں۔ چنانچہ میرے ایک عزیز نے بتایا کہ میں نے سرکاری ریکارڈ میں ایک مربع دیکھا ہے جو پچپن ہزار روپیہ سالانہ مقاطعہ 1 پر دیا گیا تھا۔ گویا وہی دو ہزار روپیہ فی ایکڑ۔ پس کوئی نہ کوئی مثال تو یہاں بھی مل جاتی ہے مگر یہ کہ سارے ملک کی پیداوار اس نسبت پر آ جائے یہ ہمارے ملک میں ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ اٹلی وغیرہ میں چار چار، پانچ پانچ سَو روپیہ فی ایکڑ حاصل کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہاں کی زمینوں کی آمد پچاس لاکھ روپیہ سالانہ تو ضرور ہو جانی چاہیے۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہمارا تبلیغی کام بھی آسان ہو جاتا ہے اور دوسرے بوجھ بھی ہلکے ہو سکتے ہیں۔ بہرحال یہ ایک خوشکن علامت ہے اس بات کی کہ اگر ہمارے کارکن اسی طرح کام کرتے رہے تو ہماری آمد خداتعالیٰ کے فضل سے بڑھتی چلی جائے گی۔ پیچھے تو ہم اتنے مایوس ہو چکے تھے کہ جب مجلس شوریٰ میں یہ بیان کیا گیا کہ ہمیں تحریک کی زمینوں سے ایک لاکھ کی آمد ہوئی ہے تو چودھری ظفر اللہ خاں صاحب نے جھک کر میرے کان میں کہا کہ مجھے اس خبر سے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ ہمیں ان زمینوں سے ایک لاکھ کی آمد ہوئی ہے۔ میں نے اس وقت اپنے دل میں کہا کہ یہ تو ہمارے لیے بڑی شرم کی بات ہے کہ ہمارا چار سَو مربع ہو اور ایک لاکھ کی آمد ہو۔ چار سَو مربع کے ہوتے ہوئے ایک لاکھ کی آمد کے معنے ہی کوئی نہیں۔ پنجاب میں آجکل کوئی مربع اڑھائی تین سَو یا چار سَو روپیہ مقاطعہ پر نہیں ملتا۔ بہت ہی بُری اور ناکارہ زمین ہو تب بھی سات سات، آٹھ آٹھ سَو پر ملتی ہے۔ مجھے اپنی قادیان کی زمینوں کے بدلہ میں جو پنجاب میں زمین ملی ہے اس کا ایک مربع جو تین ٹکڑوں میں تقسیم شدہ ہے دو ہزار روپیہ

ٹھیکہ پر میں نے دیا ہے۔اگر ٹکڑوں میں بٹی ہوئی زمین بھی دو ہزار روپیہ پر چڑھ سکتی ہے اور وہی اندازہ ہم اپنی ان زمینوں کے لیے رکھ لیں تب بھی ہماری آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ آمد ہونی چاہیے مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہمیں آمد کے متعلق اتنی مایوسی ہو چکی تھی کہ چودھری ظفراللہ خاں صاحب نے مجھے کہا کہ مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ ہمیں ایک لاکھ روپیہ آمد ہوئی ہے حالانکہ تیس لاکھ کی جائیداد ہے۔ تیس لاکھ کی جائیداد پر ایک لاکھ روپیہ نفع کے معنے تین روپیہ سینکڑہ کے ہیں۔ اگر کسی کو سالانہ تین روپے سینکڑہ نفع دیا جائے تو وہ ہزارروپیہ کا سرمایہ کیوں لگائے گا۔ وہ اگر ہزار روپیہ سرمایہ لگاتا ہے تو اِسی لیے کہ اُسے اڑھائی تین سَو روپے ملیں۔اگر کسی کو صرف تیس روپے سالانہ ملیں تو کیا اڑھائی روپے ماہوار پر اُس کی عقل ماری ہوئی ہے کہ وہ ہزارروپیہ سرمایہ لگائے گا۔ وہ اس کی بجائے بیلدار بن جائے گا یا کوئی اَور کام شروع کر دے گا مگر ہزارروپیہ کا سرمایہ لگانے کے لیے تیار نہیں ہو گا۔ وہ تبھی ہزار لگاتا ہے جب سمجھتا ہے کہ پچاس ساٹھ ماہوار تو کم سے کم آمد ہو گی۔ اتنا کرایہ دوں گا اور اتنے میں اپنا گزارہ کروں گا۔تو حقیقتاً ہم نہایت ہی گری ہوئی حالت میں جا رہے تھے۔ ایسی گری ہوئی حالت میں کہ چودھری ظفراللہ خاں صاحب ایک لاکھ کی آمد سن کر ہی خوش ہو گئے۔ حالانکہ ہم نے دیکھنا یہ نہیں کہ ہمیں آمد کتنی ہوئی بلکہ ہمیں دیکھنا یہ چاہیے کہ ہمارا خرچ کتنا ہوا۔ اب تیس لاکھ کی جائیداد ہے۔ اگر دس فیصدی بھی منافع لگایا جائے تب بھی چھ لاکھ منافع ہونا چاہیے۔مگر بہرحال چونکہ یہ ایک نیک قدم اُٹھا ہے اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ محمدآباد میں ایک مڈل سکول قائم کیا جائے۔ چنانچہ میں نے یہاں کے افسروں سے کہا ہے کہ وہ اِس جگہ مڈل اسکول قائم کرنے کی کوشش کریں۔ اِسی طرح میں نے فیصلہ کیا ہے کہ کُنری میں ایک ہوسٹل بنایا جائے جس میں لڑکے رہا کریں اور احمدی اُستاد اُن کی نگرانی کریں۔ اِس طرح آہستہ آہستہ تعلیمی لحاظ سے اِس علاقہ کے احمدیوں کی ضروریات پوری ہوسکتی ہیں۔ اگر یہاں ایک اچھا مڈل اسکول بن جائے تو ہوسکتا ہے کہ بعد میں اسے ترقی دے کر میٹرک تک پہنچا دیا جائے۔ اردگرد کے لڑکے پرائمری پاس کر کے یہیں تعلیم کے لیے آ جایا کریں گے اور اِس طرح خداتعالیٰ کے فضل سے اِس اسکول کو ترقی ہوتی چلی جائے گی۔ ہوسٹل کے متعلق تجویز یہی ہے

کہ اس میں زمینداروں والا طریق رکھا جائے یعنی باورچی انجمن دے دے اور لڑکے دال، آٹا اور سبزی وغیرہ گھر سے لے آیا کریں۔ گویا وہی خرچ جو ایک لڑکے کا اپنے گھر پر ہوتا ہے ہوسٹل میں ہو اور ماں باپ کو کوئی زائد بوجھ برداشت نہ کرنا پڑے۔ اس طرح ہر غریب سے غریب بھی اپنے بچوں کو تعلیم دلا سکے گا اور اس کی اچھی تربیت ہو سکے گی۔

دوسرا حصہ تبلیغ کا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ یہاں کی جماعتوں کو اِس طرف بہت ہی کم توجہ ہے۔ شاید اِس میں بڑی مشکل یہ ہے کہ یہاں ننانوے فیصدی پنجابی ہیں۔ اور ایک پنجابی کے لیے سندھیوں میں تبلیغ کرنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ اِس کی زبان اَور ہے اور اُس کی زبان اَور ہے۔ لیکن جب انسان کسی چیز کا ارادہ کر لے تو پھر وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے پنجاب سے مایوس ہو کر اب مولویوں نے اِس صوبہ کی طرف توجہ کی ہے۔ اگر یہاں شور ہوا تو پھر پنجاب والوں کو دلیری ہو جائے گی۔ پچھلی شورش میں سندھ محفوظ رہا تھا لیکن اب برابر خبریں آ رہی ہیں کہ سندھ میں فتنہ کو ہوا دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پس ہمیں پہلے سے ہوشیار ہو جانا چاہیے۔ گورنمنٹ نے اپنی مصلحتوں کے ماتحت جن کو میں ٹھیک سمجھتا ہوں۔ سرکاری افسروں اور سرکاری ملازمین کو تبلیغ سے روک دیا ہے لیکن اِس کا عوام الناس سے کوئی تعلق نہیں۔ پس تمہیں کوئی قانون اپنے بھائی بندوں کو تبلیغ کرنے سے نہیں روک سکتا بشرطیکہ تم امن سے کام لو اور فتنہ کو ہوا نہ دو۔ تمہیں صرف فساد سے روکا جاتا ہے۔ اور فساد اور تبلیغ کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک شخص دوسرے کو نیکی کی تلقین کرے اور پھر وہ خود ہی فساد کرنے لگ جائے۔ ہاں! اگر دوسرا شخص فساد کرتا ہے تو یہ اُس کی اپنی غلطی ہے۔ تبلیغ کرنے والے کا اس میں کوئی قصور نہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ یہاں ہماری جماعت کے کثرت سے لوگ موجود ہیں مگر پھر بھی وہ تبلیغ نہیں کرتے۔ نصرت آباد اور جھڈو سے چلو اور ناصر آباد تک آؤ تو ایک ہزار کے قریب احمدی مرد مل جائے گا اور عورتیں اور بچے ملا کر چار پانچ ہزار تک ان کی تعداد ہو گی۔ یہ اتنی ہی تعداد ہے جتنی ابتدا میں قادیان کی ہوا کرتی تھی۔ مگر اُس وقت قادیان کی تبلیغ سے اردگرد کے کئی گاؤں احمدی ہو گئے تھے۔ صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ تم اپنے اندر نیکی پیدا کرو اور

لوگوں کو نیک نمونہ دکھاؤ۔ اگر تم زیادہ محنت کرتے ہو تو جب لوگ تمہاری فصلوں کے پاس سے گزریں گے تو ہر دیکھنے والا تمہاری اچھی فصل کو دیکھ کر کہے گا کہ احمدی بڑے محنتی ہوتے ہیں۔ پھر جب دوبارہ گزرے گا تو تم کہو گے کہ کچھ دیر کے لیے ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔ گرمی کا موسم ہے کچھ پانی وغیرہ پی لو۔ اِس سے وہ اَور زیادہ متأثر ہو گا اور کہے گا کہ احمدی تو فرشتے ہوتے ہیں۔ پھر کسی دن اگر اس کا تمہارے ساتھ معاملہ پڑے گا یا تمہارے پاس وہ کوئی امانت رکھ جائے گا یا تم سے سودا خریدے گا اور تم اُسے اچھا سودا دو گے یا امانت میں خیانت سے کام نہیں لو گے تو پھر تو وہ اتنا متأثر ہو گا کہ جس کی حد ہی کوئی نہیں۔

جب ہم قادیان سے نکلے ہیں تو اُس وقت انجمن کا بہت سا روپیہ اُدھر رہ گیا تھا اور اِدھر آمد اتنی کم ہو گئی کہ یا تو یہ حالت تھی کہ روزانہ چار چار، پانچ پانچ ہزار روپیہ آتا تھا اور یا لاہور میں ڈیڑھ دو روپیہ روزانہ تک آمد آ گئی۔ اُس وقت پہلا قدم میں نے یہ اُٹھایا کہ میں نے کہا ہم سب قیمتاً لنگر سے کھانا کھائیں گے مگر کھائیں گے وہی ایک ایک روٹی جو سب لوگوں کے لیے تقسیم ہوتی ہے۔ چنانچہ تین چار مہینے تک ہم ایسا ہی کرتے رہے۔ سب کے لیے ایک ایک روٹی اور لنگر کا سالن آتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب لوگوں نے دیکھا کہ یہ اپنے پاس سے خرچ کر کے بھی ہمارے جیسا کھاتے ہیں تو اُن کے حوصلے بڑھ گئے اور اُن کی ہمتیں بلند ہو گئیں۔ بیشک کچھ لوگ گر بھی گئے مگر اکثریت ایسی ہی تھی جو پھر ایک نئے عزم کے ساتھ کام کرنے کے قابل ہو گئی۔ پھر امانتوں کے متعلق میں نے حکم دیا کہ چاہے سارا خزانہ ختم ہو جائے جو لوگ اپنی امانتیں مانگنے آئیں اُن کو امانتیں دیتے چلے جاؤ۔ اُس وقت انجمن کا آٹھ دس لاکھ روپیہ اُدھر رہ گیا تھا۔ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا کہ اس روپیہ کو جلدی نکلواؤ ورنہ یہ ضبط ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے انجمن والوں سے کہا کہ وہ جلدی روپیہ نکلوائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل یہ ہوا کہ ہماری بڑی رقم ایک انگریزی بینک میں تھی۔ اُس نے فوراً وہ روپیہ اِدھر بینک میں منتقل کر دیا مگر پھر بھی کئی لاکھ اُدھر ضائع ہو گیا۔ اُس وقت افسروں کے پاس لوگ اپنی امانتیں مانگنے آتے تو وہ کہتے کہ کچھ ٹھہرو۔ ہم انتظام کر دیں گے۔ مجھے معلوم ہوا تو میں نے کہا کہ کسی کی امانت نہ روکو۔ اگر کوئی لاکھ مانگے تو اُسے لاکھ دے دو،

پچاس ہزار مانگے تو پچاس ہزار دے دو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو تین مہینوں میں سترہ لاکھ روپیہ نکل گیا۔ ہمارے پاس کُل رقم اکیس لاکھ کے قریب تھی مگر سترہ لاکھ نکل جانے کے باوجود امانتوں کا چودہ پندرہ لاکھ پھر بھی ہمارے پاس جمع رہا۔ اس لیے کہ جو شخص ایک لاکھ روپیہ نکال کر لے جاتا وہ اپنے دل میں سوچتا کہ میں نے تو یہ روپیہ اس لیے نکلوایا تھا کہ میں سمجھتا تھا انجمن روپیہ کھا جائے گی مگر اس نے تو مجھے سارا روپیہ واپس دے دیا ہے۔ اب اتنی بڑی رقم کو میں اپنے پاس کہاں سنبھالتا پھروں۔ چنانچہ بیس ہزار وہ اپنے پاس رکھتا اور اسّی ہزار دوسرے دن پھر ہمارے پاس جمع کرا جاتا۔ اس طرح بظاہر ہمارے خزانہ سے سترہ لاکھ نکلا مگر چودہ پندرہ لاکھ پھر ہمارے پاس واپس آ گیا۔ میں نے اس چیز کی بڑی سختی سے نگرانی کی اور میں نے انجمن والوں سے کہا کہ تم نے کسی سے نہیں کہنا کہ ہم لُٹ گئے۔ بلکہ جو شخص روپیہ لینے کے لیے آئے اُسے فوراً روپیہ دے دو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ دوبارہ امانت رکھتے تھے تو اِس تسلی اور اطمینان کے ساتھ رکھتے تھے کہ ہمارا روپیہ محفوظ ہے۔ اُن دنوں چونکہ عام طور پر لوگوں کو شکوہ تھا کہ ہم نے فلاں کے پاس روپیہ رکھا اور وہ کھا گیا، فلاں کے پاس امانت رکھی اور اس نے واپس نہ کی اس لیے ڈر کے مارے لوگ انجمن کے خزانہ سے بھی روپیہ نکلوانے لگ گئے۔ اکیس لاکھ میں سے پہلے چند مہینوں میں سترہ لاکھ روپیہ نکل گیا مگر پھر بھی ہمارے پاس اڑھائی تین سال تک اکیس لاکھ ہی رہا۔ اور اِس کی وجہ یہی تھی کہ جب لوگوں میں یہ چرچا ہوا کہ ہم نے فلاں بینک میں روپیہ رکھا تھا وہ کھا گیا، فلاں شخص کے پاس امانت رکھی تھی اُس نے خیانت کی مگر جو انجمن میں روپیہ رکھا تھا وہ محفوظ رہا تو جو لوگ اپنا روپیہ نکلوا لیتے تھے وہ بھی کچھ روپیہ اپنے پاس رکھ کر باقی روپیہ پھر ہمارے پاس جمع کرا دیتے تھے اور کچھ لوگ نئی امانتیں رکھوا دیتے تھے۔

تو دیانتداری ایسی چیز ہے جو سب سے بڑا خزانہ ہے۔ بڑا ہی بیوقوف وہ ہوتا ہے جس کے پاس دوسَو روپیہ رکھا جائے اور وہ دوسَو کھانے کی کوشش کرے۔ اگر وہ دوسَو کو حفاظت کے ساتھ رکھے تو، کل لوگ اسے آٹھ سَو دیں گے، پرسوں پندرہ سَو دیں گے اور اِس امانت کے ذریعہ وہ اپنے بھی کئی کام چلا سکے گا۔

حضرت خلیفہ اول ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا تو گزارا ہی امانتوں پر ہے۔

لوگ آتے ہیں اور ہمارے پاس روپیہ رکھ جاتے ہیں۔ضرورت پر اگر ہمارے پاس کچھ نہیں ہوتا تو اُس امانت میں سے ہم خرچ کر لیتے ہیں۔ پھر جب ہمارے پاس روپیہ آتا ہے تو ہم امانت میں داخل کر دیتے ہیں۔ اِس طرح ہمیں بھی کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور جن لوگوں نے روپیہ رکھا ہوتا ہے انہیں بھی کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔کیونکہ وہ جتنا روپیہ مانگتے ہیں ہم انہیں دے دیتے ہیں۔

آجکل سارے بینک انہی امانتوں پر چل رہے ہیں۔اور وہ بڑے بڑے کاروبار کررہے ہیں۔ پس امانت بڑی اہم چیز ہے۔ جو لوگ امانت میں خیانت کرتے ہیں وہ جتنا فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں اُس سے بہت زیادہ نقصان انہیں پہنچ جاتا ہے۔فرض کرو تم سیر دینے کی بجائے ایک شخص کو پندرہ چھٹانک سودا دے دیتے ہو تو اِس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ گھر میں جا کر تولتا ہے اور اُسے پتا لگتا ہے کہ تم نے ایک چھٹانک چیز کم دی ہے تو وہ تم سے سودا لینا بند کر دیتا ہے۔ اب تمہیں فائدہ صرف ایک چھٹانک کا ہوا مگر نقصان ہزار چھٹانک کا ہو گیا۔تو دیانتداری بڑی دولت ہے۔

جب غدر ہوا تو حکیم محمود خاں جو ہمارے رشتہ داروں میں سے تھے امانت میں بڑے مشہور تھے۔ اور دلّی کے لوگ کہا کرتے تھے کہ ان کے پاس رکھا ہوا روپیہ ایسا ہی ہے جیسے بینک میں روپیہ رکھا ہو۔ غدر کے دنوں میں اُن کے گھر کو یہ حفاظت میسر آ گئی کہ حکیم محمود خاں مہاراجہ پٹیالہ کے بھی طبیب تھے اور مہاراجہ پٹیالہ اُس وقت انگریزوں سے مل گیا تھا۔ جب دلّی فتح ہوئی تو پٹیالہ کے مہاراجہ نے ایک دستہ فوج کو حکیم صاحب کے مکان پر پہرہ کے لیے مقرر کر دیا۔ اُس وقت لوگ بھاگتے ہوئے آتے اور اپنی گٹھڑیاں اُن کی ڈیوڑھی میں پھینک کر چلے جاتے۔ نہ کوئی لکھت تھی نہ پڑھت تھی۔ بس اپنے اپنے سامان پھینکتے اور چلے جاتے مگر اُن کی دیانت کا یہ حال تھا کہ آٹھ آٹھ، دس دس سال کے بعد بھی لوگ آئے تو انہوں نے کہا کہ یہ تمہاری گٹھڑیاں پڑی ہیں ان کو سنبھال لو۔ اِس کا اثر یہ ہے کہ اب تک بھی باوجود اس کے کہ وہ خاندان ٹوٹ چکا ہے سارا دلّی ذرا سی بات پر ان پر جان دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔تو امانت کا طریقہ اختیار کرو اور تبلیغ اور تعلیم کی طرف توجہ کرو اور صفائی کو اپنا شعار بناؤ۔

میں بیمار صرف اس وجہ سے ہوا کہ جس گھر میں مجھے ٹھہرایا گیا وہ اس قدر گندا تھا کہ چیونٹیوں سے بھرا ہوا تھا۔ رات کو بھی چھت سے چیونٹیاں گرتیں اور بچے چیخیں مارنے لگ جاتے۔ معلوم نہیں انہوں نے مکان اتنا گندا کیوں رکھا۔ میں نے کسی جگہ پر ایسا گند نہیں دیکھا جیسا یہاں دیکھنے میں آیا ہے۔پس اپنے اندر صفائی کی عادت بھی پیدا کرو۔ ایک چیز ایسی ہے جو صرف خدا کو نظر آتی ہے۔مگر ایک چیز ایسی ہے جو بندے بھی دیکھتے ہیں۔ اگر تمہارا دل صاف ہے تو لوگوں کو اس سے کوئی غرض نہیں۔ وہ تمہارا جسم دیکھتے ہیں۔ اگر تمہارا جسم گندا ہے اور دل صاف ہے تو بیشک جب تم مر جاؤ گے خدا تعالیٰ تمہیں اچھی جزا دے گا لیکن دنیا میں لوگ تمہیں گندا ہی سمجھتے رہیں گے اور تمہارے پاس بیٹھنے سے گریز کریں گے۔ پس ہر پہلو کی طرف توجہ کرو اور ہر لحاظ سے دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ خدا تعالیٰ نے اِس وقت تمہیں ثواب کا بہت بڑا موقع دیا ہے۔ اگر تم چاہو تو تم ذرا سی محنت اور توجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتے ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا اسلام کی طرف توجہ کر رہی ہے مگر ہمارے پاس لٹریچر نہیں، کتابیں نہیں، روپیہ نہیں کہ ان ذرائع سے ہم انہیں اسلام کی تعلیم سے آگاہ کر سکیں۔ لیکن تم ان ضرورتوں کو بڑی آسانی سے پورا کر سکتے ہو۔ کیونکہ تمہاری محنت اور کمائی کے نتیجہ میں ہی روپیہ پیدا ہو گا اور پھر وہی روپیہ تبلیغِ اسلام کے کام آئے گا۔ اگر تم دیانتداری کے ساتھ محنت کرو تو نہ صرف تمہاری اس محنت کا تمہیں بدلہ ملے گا بلکہ انجمن تمہارے روپیہ سے جو تبلیغ کرے گی اُس کے ثواب میں بھی تم حصہ دار ہو گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں جو شخص کسی کے مال کو تقسیم کرتا ہے اور دیانتداری اور انصاف سے کرتا ہے اُسے صدقہ دینے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔[2] پس بیشک انجمن کو بھی ثواب ہو گا لیکن تمہیں بھی ثواب ہو گا۔ اس لیے بھی کہ تمہارے روپیہ سے انجمن نے تبلیغ کی، اور اس لیے بھی کہ تم نے خود تبلیغِ اسلام کے لیے چندہ دیا، اور اس لیے بھی کہ تم نے اچھی نگرانی کی اور محنت سے کام کیا۔ گویا تمہیں تین ثواب ملیں گے۔ پہلا ثواب انجمن کے ثواب سے ملے گا، دوسرا ثواب تمہارے اپنے چندہ کی وجہ سے ملے گا اور تیسرا ثواب تمہیں اس لیے ملے گا کہ تم نے فصلوں پر محنت کی اور اچھی نگرانی کر کے سلسلہ کے مال کو بڑھایا۔ اور کسی کو تین گُنا ثواب مل جانا تو ایک لُوٹ ہوتی ہے۔ اگر تمہارے پاس ایک سَو روپیہ ہو جو اگلے سال تین سَو ہو جائے، اُس سے اگلے سال

نو سو ہو جائے، اس سے اگلے سال ستائیس سو ہو جائے، اس سے اگلے سال اکاسی سو ہو جائے تو پچاس سال کے اندر ساری دنیا کی دولت تمہارے پاس آ جاتی ہے۔ پس تین گُنا ثواب کوئی معمولی ثواب نہیں۔ یہ ایک لُوٹ ہے جس کا کوئی شاہی خزانہ بھی متحمل نہیں ہوسکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں موقع دیا ہے اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ ہمیں بھی جتنے سامان میسر آئے اُن سے ہم تمہیں فائدہ پہنچانے کی کوشش کریں گے"۔ (الفضل 18 اگست 1954ء)

---

1 : مقاطعہ: ٹھیکہ (اردو لغت تاریخی اصول پر جلد 18 صفحہ 439 مطبوعہ 2002ء کراچی)

2 : ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب اجر الخازن